

بنگال اور ہندوستان میں نکاہوں کے بارے میں کوتاہی کو مٹانے والا

# ماہی الضلالة فی الحکمة الهند وبنجالة

۱۳۱۷ھ

تصنیف لطیف :-

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

سال

ماحي الضلالة في انكحة الهند وبنجالة



14

(بنگال اور ہندوستان میں نکاحوں کے بارے میں کوتاہی کو مٹانے والا)

[www.alahazratnetwork.org](http://www.alahazratnetwork.org)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مسئلہ ۱۲۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۷ء، ہجریہ

[illegible]

بھیجا ہے اور میری وکالت کے یہ دونوں شخص گواہ ہیں آپ اس کا عقد نوٹ لے لیا کے ساتھ کر دیجئے، قاضی صاحب نے بعد طے ہونے گفتگو عقد اور تعین مہر مبلغ ایک لاکھ روپے اور بیس دینار سرخ سوائے نان نفقہ کے نوشہ کی طرف متوجہ ہو کر خیال کیا کہ کنگنہ جو ہاتھ میں دو لہا کے بندھا تھا وہ کھول کر علیحدہ رکھ دیا اور سہرا کو لوٹ کر شملہ پر لپیٹ دیا اور یہ کلمات فرمائے کہ فلاں شخص کی دختر کو بوکالت فلاں شخص اور یہ گواہی فلاں فلاں شخص کے بالعوض اس قدر مہر سوائے نان نفقہ کے بیع نکاح تیرے کے دی میں نے، قبول کی تو نے۔ اس نے کہا قبول کی میں نے۔ بعد کو وکیل صاحب مع گواہوں کے چلے گئے، اور قاضی صاحب بھی اپنا حق نکاح خوانی مع دو رکعتی پلاؤ کے لے کر تشریف لے گئے۔ دو لہانے وہ کنگنہ پھر اپنے ہاتھ میں باندھ لیا، آیا یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اور جو کہ اولاد ہوئی وہ حرام کی ہوئی یا حلال کی ہوئی؟ اور قول زید کا یہ ہے کہ نکاح درست نہیں ہوا اور جو کہ اولاد ہوئی وہ حرامی ہوئی اور شناخت حرام اور حلال کی یہ ہے کہ جو اولاد ایسے نکاحوں سے ہوتی ہے ان سے اکثر یہ فعل سرزد ہوتے ہیں جیسے زنا یا شراب خوری یا قمار بازی یا لواطت: سوا اس کے جو فعل ناشائستہ ہیں وہ سرزد ہوتے ہیں یا کہ والدین سے جنگ جدال کرنا اور بزرگ کا لحاظ پاس نہ کرنا، یہ فعل اولاد صالح اور حلال سے ہرگز عمل میں نہیں آئیں گے۔ اور قول عمر کا یہ ہے کہ کچھ اس نکاح میں قباحت نہیں اور نہ اولاد حرام ہو سکتی ہے کیونکہ قدیم سے یہی رسم چلی آئی، اگر ایسا ہو تو نسب مخلوق خدا حرامی ہوگی۔ آیا قول زید کا درست ہے یا عمر کا؟ اور قول زید کا یہ ہے کہ بالفرض کنگنہ بھی نہیں ہے اور نکاح بھی اصالتاً یا ولایتاً یا کہ جو وکیل ہے اسی نے ایجاب قبول کر لیا اور بعد اس کے کلمات کفر کے طرفین سے خواہ شوہر یا عورت سے سرزد ہوئے اور ان کو تمیز نہیں ہے کہ یہ کلمات کفر ہیں جب بھی نکاح جاتا رہے گا اور جو قبل از توبہ اور سر نو ایجاب قبول کرنے کے اولاد ہوگی وہ بھی حرامی ہوگی۔ بینوا توجروا من اللہ۔

### الجواب

ظاہر ہے کہ عورت سے اذن بھی لیا جاتا ہے کہ عاقلہ بالغہ ہو، اور بیشک عاقلہ بالغہ کا اذن شرعاً معتبر اور بیشک دوشیزہ کا سکوت بھی اذن۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
البکر تستأذن فی نفسها واذنہا	باکرہ لڑکی سے اس کی ذات کے بارے میں اجازت
صما تہا، سواہ احمد والستہ	لی جائے اور اجازت کے جواب میں خاموشی باکرہ کی

الا البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔  
اجازت ہوگی۔ امام احمد نے اور صحاح ستہ میں اس کو  
بخاری کے اس کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

روایت کیا ہے۔ (ت)

مگر یہ اسی وقت ہے جبکہ ولی اقرب اس سے اذن لے ورنہ مجرد خاموشی اذن نہ ٹھہرے گی۔ درمختار میں ہے:  
فان استاذنہا غیر الا اقرب کا جنبی او اگر باکرہ سے ولی اقرب کا غیر مثلاً کوئی اجنبی یا ولی  
ولی بعید فلا عبدة لسکوتہا الخ۔ بعید اجازت طلب کرے تو یہاں باکرہ کی خاموشی  
رضائیں معتبر نہیں الخ (ت)

اور بیشک اکثر لوگ جو وکیل کئے جاتے ہیں اجنبی یا ولی بعید ہوتے ہیں تو ایسی حالت میں اگر انہوں نے اذن لے لیا  
اور دوشیزہ نے سکوت کیا تو سرے سے انہیں کے لیے کالت ثابت نہ ہوئی اور اگر اس نے صاف "ہوں" کہہ دیا  
یا ولی اقرب کے اذن لینے پر سکوت کیا تو اس کے لیے وکالت حاصل ہوگئی مگر وکیل بالنکاح کو شرعاً اتنا اختیار  
ہے کہ خود نکاح پڑھائے نہ کہ دوسرے کو پڑھانے کی اجازت دے جب تک ماذون مطلق یا صراحتہ دوسرے  
کو وکیل کرنے کا مجاز نہ ہو بغیر اس کے اگر اس نے دوسرے سے پڑھوایا تو صحیح مذہب پر نکاح بلا اذن ہوگا  
اگرچہ عقد اس کے سامنے ہی واقع ہو۔

www.alahazratnetwork.org

في رد المحتار عن العلامة الرجعتي عن العلامة  
الحموي عن كلام الامام محمد في الاصل  
ان مباشرة وكيل الوكيل بحضور الوكيل في  
النكاح لا تكون كمباشرة الوكيل بنفسه  
بخلافه في البيع الخ اقول نص الغفر عن  
الولوية هكذا الوكيل رجلا فوكل الوكيل غيره  
وفعل الثاني بحضور الاول فان كان بيعا  
او شراء يجوز وماعد البيع  
والشراء من الخصومة والتقاضى  
والنكاح والطلاق وغير ذلك

رد المحتار میں علامہ رجعتی نے علامہ حموی کے حوالے سے  
اصل (مبسوط) میں ذکر شدہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ  
کا کلام نقل کیا ہے کہ نکاح میں خود وکیل کی موجودگی میں  
وکیل کی بات معتبر نہیں ہے، بیع کا معاملہ اس کے  
برخلاف ہے اقول میں کہتا ہوں کہ غفر نے ولو الجیہ  
سے یوں نقل کیا ہے کہ اگر کسی نے کسی کو اپنا وکیل بنایا  
اور وکیل نے کسی دوسرے کو اپنا وکیل بنالیا اور اگر  
دوسرے وکیل نے پہلے وکیل کی موجودگی میں عمل کیا تو ایسی  
صورت میں اگر بیع و شراء کا معاملہ ہو تو جائز ہے  
اور اس کے علاوہ دیگر امور مثلاً عدالتی مطالبہ، نکاح،



ذکر عصام فی مختصره انه يجوز؛ وذكر  
 محمد فی الاصل انه لا يجوز فانه قال  
 اذا فعل الشافعی بحضرة الاول لم یجز  
 الا فی البیع والشراء وهو الصحیح  
 اه ملخصاً، فاذا کان هذا هو منقاد  
 الاصل وقد ذیل بالتصحیح فانقطع  
 الخلاف واضمحلت الروایة النادرة  
 وسقط ما فی الخاتمة فکیف بما فی  
 القنیة وان ایدیه العلامة الطحطاوی  
 وترکه علامة البحر فی البحر  
 والمحقق العلامی فی الدرر مستشکلاً  
 ولا غیر فقد شهدت کلماتهم  
 رحمهم الله تعالیٰ انهم لم  
 یطلعوا اذ ذلک علی کلام الاصل  
 اصلاً حیث لم یمسوا به العاما  
 ولا اشتوا منه اشماً، وکون  
 العجب من خاتمة المحققین  
 العلامة الشافعی قدس سره السامی  
 حیث اورد کلام الاصل ثم لم یسمح الا باستنطها  
 عدم الجواز مریداً به عدم النفاذ اذ العقد عقد  
 فضولی فکانه اقتصر علی النقل عن العلامة مصطفی  
 ولوراجع الغنم لرای تصحیح الامام الولوالجی  
 سما فی الاصل و معلومات

طلاق وغیرہ ہوں تو عصام نے اپنی مختصر میں ذکر کیا ہے  
 کہ ان امور میں بھی اس کا عمل جائز ہے اور امام محمد  
 رحمہ اللہ تعالیٰ نے اصل میں ذکر کیا ہے کہ یہ جائز نہیں  
 ہے تو یوں فرمایا کہ اگر دوسرا وکیل پہلے وکیل کی موجودگی  
 میں عمل کرے تو بیع و شراء کے علاوہ میں جائز نہیں ہے  
 اور یہی صحیح ہے اہ ملخصاً۔ جب اصل (مبسوط) کا  
 مفاد یہی ہے اور اسی ضمن میں اس کی تصحیح کر دی گئی ہے  
 تو اس کا خلاف ختم اور نادر روایت کمزور ثابت ہوگئی  
 اور خاتمہ کا بیان ساقط ہو گیا، تو اب قنیہ کے بیان  
 کی کیا حیثیت ہے اگرچہ علامہ طحطاوی نے اس کی  
 تائید کی ہے اور پھر اس کو علامہ بحر نے بحر میں اور  
 محقق علامی نے در میں باعث اشکال قرار دیا ہے اور  
 کوئی بعد نہیں ان حضرات نے اصل کے بیان پر اطلاع  
 نہ پائی ہو جیسا کہ ان حضرات کے کلام سے عیاں ہو رہا ہے  
 کہ انھوں نے اصل کے مضمون کو چھوا تک نہیں ہے  
 لیکن علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں  
 تعجب ہے کہ انھوں نے اصل کے بیان کو ذکر کرنے  
 کے باوجود عدم جواز کے اظہار کے علاوہ کچھ تعرض نہ فرمایا  
 حالانکہ وہ اس کے نفاذ کے خواہاں نہیں ہیں کیونکہ  
 دوسرے وکیل کا نکاح میں یہ عمل عقد فضولی ہے  
 معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شامی نے علامہ مصطفیٰ کی نقل  
 کو کافی سمجھا اور اگر وہ غزنی طرف رجوع کرتے تو امام  
 ولوالجی کا اصل کی عبارت کو صحیح قرار دینا دیکھ لیتے

روایۃ الاصول اذا صححت سقطت کل  
دوایۃ سواھا فكان السبیل الجزم دون  
مجرد الاستظهار، واللہ ولی التوفیق۔  
کیونکہ یہ بات مسئلہ ہے کہ جب اصول  
کی روایات کی تصحیح ہو جائے تو باقی تمام روایات ساقط  
قرار پاتی ہیں اس لیے مناسب تھا کہ علامہ شامی

صرف اظہار کی بجائے اپنے جزم کو کام میں لاتے، اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے۔ (ت)  
بہر حال مذہب راجح پر یہ نکاح نکاح فضولی ہوتے ہیں اور نکاح فضولی کو مذہب حنفی میں باطل جاننا  
محض جہالت و فضولی بلکہ باجماع ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم منعقد ہو جاتا ہے اور اجازت اخیل پر (کہ  
یہاں وہ عورت ہے جس کے بے اذن اس کا نکاح غیر وکیل نے کر دیا) موقوف رہتا ہے اگر وہ اجازت  
دے نافذ ہو جائے اور رد کر دے تو باطل،

کناہو حکم تصرفات الفضولی جمیعاً عندنا  
کما صرح بہ فی عامۃ کتب المذہب۔  
جیسا کہ فضولی کے تمام تصرفات کا ہمارے ہاں حکم  
ہے جس کی تمام کتب مذہب میں تصریح ہے (ت)  
عالمگیری میں ہے،

لا یجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل  
من اب او سلطان بغیرا ذنہا بکرا کانت او ثیبا  
فان فعل ذلک فالنکاح موقوف علی اجازتھا  
فان اجازتہ جاز وان ردتہ بطل کذا  
فی السراج الوہاج  
عائقہ بالغہ کی مرضی کے خلاف باپ یا حاکم کا کیا ہوا  
نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہوگا خواہ  
وہ عائقہ بالغہ یا کرہ ہو یا ثیبہ۔ اگر ایسا ہوا تو اس کی  
اجازت پر موقوف ہوگا، وہ جائز قرار دے تو جائز  
ہوگا ورنہ اگر رد کر دے تو وہ نکاح باطل ہو جائیگا،  
سراج و ہاج میں یوں ہی ہے۔ (ت)

پھر اجازت جس طرح قول سے ہوتی ہے مثلاً عورت خیر نکاح سن کر کہے میں نے جائز کیا یا اجازت دی یا راضی  
ہوئی یا مجھے قبول ہے یا اچھا کیا یا خدا مبارک کرے الی غیر ذلک من الفاظ الرضا (علاوہ ازیں تمام وہ  
الفاظ جو رضا پر دلالت کرتے ہیں۔ ت) یونہی اس فعل یا حال سے بھی ہو جاتی ہے جس سے رضا مندی  
سمجھی جائے مثلاً عورت اپنا مہر مانگے یا نفقہ طلب کرے یا مبارکباد لے یا خیر نکاح سن کر خوشی سے ہنسنے  
یا مسکرائے یا اپنا جہیز شوہر کے گھر بھجوائے یا اس کا بھیجا ہوا مہر لے لے یا اسے بلا جبر و اکراہ اپنے ساتھ  
جائے یا بوس و کنار و مساس کرنے دے یا تنہا مکان میں اپنے ساتھ خلوت میں آنے دے یا اس کے

کام خدمت میں مشغول ہو جبکہ نکاح سے پہلے اس کی خدمت نہ کیا کرتی ہو و نحو ذلك من کل فعل یدل علی الرضا (اور یونہی اس قسم کے تمام وہ افعال جو رضا مندی پر دلالت کرتے ہیں۔ ت) ان سب صورتوں میں وہ نکاح کہ موقوف تھا جائز و نافذ و لازم ہو جائے گا۔ عالمگیری میں ہے :

کما یتحقق رضاها بالقول کقولها رضیت و قبلت و احسنت و اصبحت و بارک اللہ لك اولنا و نحوه یتحقق بالدلالة کطلب مهرها و نفقتها و تمکینہا من الوطی و قبول التهنية و الضحک بالسور و من غیر استہزاء کذا فی التبین۔  
جیسا کہ، میں راضی ہوں، میں نے قبول کیا، تو نے اچھا کیا، تو نے درست کیا، اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے یا ہمیں برکت دے جیسے الفاظ سے عاقلہ بالغہ کی رضا مندی ثابت ہوتی ہے یوں ہی ان افعال سے دلالت رضا ثابت ہوگی مثلاً مهر طلب کرنا، نفقہ طلب کرنا، وطی کی اجازت دینا، مبارکباد قبول کرنا، خوشی سے ہنسنا وغیرہ، جیسا کہ تبیین میں ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

وان تبسمت فهو رضا هو الصحيح من المذهب ذکر شمس النیمة الحدادی  
کذا فی المحيط۔  
اگر وہ خوشی سے تبسم کرے تو وہ رضا ہے، یہی صحیح مذہب ہے۔ اس کو شمس الائمہ حلوانی نے ذکر کیا جیسا کہ محیط میں ہے (ت)

خانیہ میں ہے :

الرضا باللسان أو الفعل الذی یدل علی الرضا نحو التمکین من الوطی و طلب المهر و قبول المهر دون قبول الهدية و کذا فی حق الغلام۔  
رضا زبانی اور عملی دونوں طرح ہوتی ہے یہ ان امور میں ہے جو رضا پر دلالت کریں، جیسے وطی کی اجازت، مهر طلب کرنا، فہر کو وصول کر لینا، بخلاف ہدیہ قبول کرنے کے کہ یہ نکاح پر رضا مندی نہ ہوگی۔ لڑکے کے بارے میں بھی ایسا ہی ہے۔

حاشیہ طحاوی میں زیر قول در مختار و قبول التهنية و الضحک سوراً و نحو ذلك (مبارکباد قبول کرنا، ہنسنا خوشی میں وغیرہ۔ ت) ہے کامرہا بحمل جہانرہا الی بیت الزوج (جیسے لڑکی کا جہیز کے سامان

۲۸۹/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	۱۰ فتاویٰ ہندیہ کتاب النکاح الباب الرابع فی الاولیاء
۲۸۴/۱	" " "	" " "
۱۵۸/۱	نو کشتور بکھنؤ	۱۱ فتاویٰ قاضی خان فصل فی شرائط النکاح
۳۲/۲	دار المعرفہ بیروت	۱۲ حاشیہ طحاوی علی الدر المختار کتاب النکاح باب الولی

کو خاوند کے ہاں منتقل کرنے کا کنا۔ ت) ردالمحتار میں ہے،

فی البحر عن الظهيرية لو خلاها برضاها هل  
يكون اجازة لارواية لهذه المسئلة وعندى  
ان هذا اجازة اھ وفي البزازیة الظاهر انه  
اجازة اھ ما فی الشامیة اقول ومن ههنا  
نمادت المس والتعاق والتقبیل لان الخلوة  
برضاها لما كانت اما سرة الرضا فهذه الافعال  
اجدر و احری کما لا یخفی۔

دلیل ہے تو یہ امور رضا پر دال ہونے میں زیادہ واضح ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ (ت)

حاشیتین علامہ طحاوی و شامی میں ہے،

قوله بخلاف خدمته ای ان كانت تخدومه  
من قبل ففی البحر عن المحيط والظهيرية  
ولو اكلت من طعامه او خد مته کما كانت  
فلیس برضى دلاله اھ

ما تن کے قول "لڑکی کا خدمت کرنا" اس کے خلاف  
ہے یعنی اگر لڑکی نکاح سے پہلے اس شخص کی خادمہ  
تھی، تو اس بارے میں بکر، محیط اور ظہیر سے  
منقول ہے کہ اگر لڑکی نے اس شخص کا کھانا کھایا  
یا اس کی خدمت کی تو یہ رضا پر دلیل نہ ہوگی اھ (ت)

ہمارے بلاد میں عام لوگوں خصوصاً شریفوں خصوصاً اغنیاء میں اگرچہ یہ اکثر باتیں شب زفاف بلکہ مدت تک  
اُس کے بعد بھی واقع نہیں ہوتیں، اور بوس و کنار و مساس و جماع جو اس شب ہوتے ہیں غالباً نہایت  
انظارِ کراہت و نفرت کے ساتھ ہوتے ہیں جن کے باعث انھیں دلیلِ رضا ٹھہرانے میں دقت ہے مگر اس  
میں شبہ نہیں کہ شوہر کو شب زفاف تنہا مکان میں اپنے پاس آنے دینا اور اس خلوت پر سوا شرم کے کوئی اثر  
مترتب نہ ہونا یقیناً ہوتا ہے نکاح نافذ ہو جانے کے لیے اسی قدر بس ہے اور یہ امر قطعاً پیش از جماع واقع ہوتا ہے  
تو جماع بعد نفاذ و لزوم نکاح واقع ہوا اور اولاد اولاد حلال ہوتی بلکہ اگر مقاصد شرع مطہر اور اپنے بلاد کے  
حالات کو پیش نظر رکھ کر نگاہِ دقیق فقہی سے کام لیجے تو شبِ اول شوہر کو اپنے ساتھ جماع پر قدرت دینا بھی حقیقہً رضا ہے

۳۰۱/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب النولی	ردالمحتار
۳۰۲/۲	"	"	"
۳۲/۲	دار المعرفۃ بیروت	کتاب النکاح	حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار



اگرچہ بظاہر ہر ہزار اظہار تنفر کے ساتھ ہو کہ یہ کراہتیں جیسی ہوتی ہیں سب کو معلوم ہے حقیقت حال یوں منکشف ہو کہ اس مرد کی جگہ کسی اجنبی کو فرض کیجئے جس سے اس کا نکاح نہ کیا گیا ہو کیا اس وقت بھی یہ ایسی ہی ظاہری کراہتوں پر قناعت کر کے بالآخر جماع پر قدرت دے دے گی عا شا و کلا، تو صاف ثابت کہ یہ سب امور حقیقتہً قبول نکاح سے ناشی ہوتے بلکہ اس سے پہلے رخصت ہو کر جانا بھی اگرچہ بوجہ مفارقت اعزہ و خانہ مالوفہ نہایت گریہ و بکا کے ساتھ ہو انصافاً دلیل رضا ہے کہ اگر اسے اپنا شوہر ہونا پسند نہ کرتی اجنبی جانتی ہرگز زفاف کے لیے رخصت ہو کر اس کے یہاں نہ جاتی بلکہ اس سے بھی پہلے اُسی مصحف یعنی جلوہ کی رسم جہاں ہے بشرطیکہ عورت پہلے سے اس کے سامنے نہ آتی ہو وہ بھی دلیل قبول ہے کہ اگر غیر مرد سمجھتی زہار منہ دکھانے پر راضی نہ ہوتی اسی طرح مٹھی کھلوانے وغیرہ کی رسمیں بھی کہ جلوہ سے بھی پیشتر ہوتی ہیں دلالت و علامت قرار پاسکتی ہیں اور ان تمام باتوں میں بکروثیب یکساں ہیں کہ ان میں صرف مسئلہ سکوت میں فرق ہے باقی دلائل دونوں میں برابر ہیں تبیین الحقائق میں ہے،

لا فرق بینہما فی اشتراط الاستئذان والرضا  
وان رضاہما قد یکون صریحاً وقد یکون  
دلالة غیران سکوت البکر رضا دلالة لیمائہا  
دون الثیب۔

بارہ اور ثیبہ دونوں کا معاملہ اجازت طلب کرنے اور رضا حاصل کرنے میں مساوی ہے اور ان کی رضا کبھی صریحاً اور کبھی دلالت سے ہوتی ہے ہاں صرف اجازت کے موقع پر سکوت کے بارے میں فرق ہے کہ بارہ کا سکوت اس کے حیار کی وجہ رضا کی دلیل ہے مگر ثیبہ کیلئے نہیں۔

غرض جب شرع سے قاعدہ کلیہ معلوم ہو گیا کہ جس فعل سے اس نکاح پر عورت کی رضا ثابت ہو اذن اجازت ہے اور بنظر تحقیق و انصاف جب اس شخص اور مرد اجنبی کے ساتھ موازنہ کرتے ہیں تو یہ امور دلیل رضا قبول نکلے ہیں تو نفاذ نکاح کا انکار نہ کرے گا مگر جاہل بلکہ جب یہ طریقہ نکاح ہمارے بلاد میں عام طور پر رائج اور معلوم ہے کہ وکیل خود نہ پڑھائے گا دوسرے سے پڑھوائے گا تو کہہ سکتے ہیں کہ ضمن اذن میں دوسرے کو اذن دینے کا بھی عرفاً اذن مل گیا فان المعروف كالمشروط كما هو من القواعد المقررة الفقهية (جیسا کہ فقہی قواعد میں ہے کہ معروف، مشروط کی طرح ہے) یعنی عرف میں مقررہ امور بغیر ذکر بھی معتبر ہوں گے۔ اور وکیل کو جب اذن توکیل ہو تو بیشک اُسے اختیار ہے کہ خود پڑھائے یا دوسرے کو اجازت دے فی الاشباہ لا یوکل الوکیل الا باذن او تعیم۔

تبیین الحقائق باب الاولیاء والاکناف المطبعة الکبری الامیریہ مصر ۱۱۹/۲  
لے الاشباہ والنظائر کتاب الوکالة ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۶/۲



اذن توکیل نہ ہو۔

امادواية عصام فقد سمعت واما  
الامام فقيه النفس فقال في وكالة  
الخانية الوكيل بالتزويج ليس  
له ان يؤكل غيره فان فعل فزوج الشافى  
بحضرة الاول جائز اه واما القنية ففى  
الدرلواستأذنها فسكت فوكيل من  
يزوجها ممن سماه جائز ان عرفت  
النزوح والمهر كما فى القنية ، و  
استشكله فى البحر بانه ليس  
للكيل ان يوكل بلا اذن فمقتضاه  
عدم الجواز وانها مستثناة اه  
قال ط قوله فمقتضاه عدم الجواز  
قد يقال ان الوكيل فى  
النكاح وان تعدد سفير و  
معبود والحقوق ترجع الى  
الموكل فاذا اضرى فى تعدد  
الاسماء والنزوح والمهر معلومات  
ويؤيد ذلك ما ذكره المص والشارح  
فى الوكالة حيث قال الوكيل  
لا يوكل الا باذن امره الا  
اذا وكل فى دفع نكاحه فوكيل آخر

لیکن عصام کی روایت تو آپ نے سن لی مگر امام  
فقیہ النفس (قاضی خان) تو انھوں نے خانیہ کے باب  
وکالت میں فرمایا کہ نکاح کے وکیل نے اگر کسی کو وکیل  
بنایا تو یہ اس کو جائز نہیں، اور بنالیا تو دوسرے نے  
اگر پہلے کی موجودگی میں نکاح کیا تو جائز ہوگا مگر قنیہ، تو  
دوسرے میں ہے کہ اگر وکیل نے لڑکی سے اذن لینا چاہا تو  
لڑکی خاموش رہی اور وکیل نے دوسرے شخص کو نامزد  
کیا تاکہ وہ اس لڑکی کا نکاح کرے تو لڑکی کو اگر زوج  
کا نام اور مهر معلوم ہو جائے تو اس دوسرے وکیل کا  
کیا ہوا نکاح جائز ہوگا، جیسا کہ قنیہ میں ہے اس پر  
بحر میں اشکال کیا کہ وکیل از خود دوسرا وکیل نہیں  
بناسکتا، لہذا اس بنا پر دوسرے کا نکاح صحیح  
نہیں ہونا چاہئے، یا یہ صورت مستثنیٰ قرار دی جائے  
اہ، اس پر غلطوای نے فرمایا کہ اس کا قول عدم  
جواز چاہئے، اس پر یوں کہا جاسکتا ہے کہ نکاح کا وکیل  
صرف سفیر اور معبر ہوتا ہے وہ اگر متعدد بھی ہوں تو  
حقوق صرف موکل کی طرف راجع ہوتے ہیں، تو یہ  
زیادہ بھی ہوں تو کوئی مضر نہیں خصوصاً جبکہ لڑکی کو  
خاندان اور مهر کا علم ہو جائے، اس کی تائید مصنف  
اور شارح کے اس بیان سے ہوتی ہے جو انھوں  
نے وکالت کی بحث میں ذکر کیا ہے جہاں پر انھوں نے

و الوکیل بقبض الدین اذا وکل من فی عیالہ  
والاعند تقدیر الثمن من المؤکل للمؤکل  
فیجوز التوکیل بلا اجازة لحصول  
المقصود اذ فقی مسئلتنا هذه تطهر  
هذه العلة وهی کالمسئلة الاخیرة  
بجامع التعین فی کل فتکون مستثناة  
فتعین الجواب الثانی فی الشرح  
فتأمل اھ ما فی ط۔

اور شارح کا جواب ثانی متعین ہو جائے گا، غور کر۔ طحاوی کا بیان ختم ہوا۔ (ت)  
اور اگر بحالت استیذان غیر اقرب سکوت ہو تو روایت امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ موجود کہ مطلقاً سکوت  
کافی ہے،

فی رد المحتار تحت قوله استاذ نہا غیر الاقرب رد المحتار میں "لڑا کی سے اجازت حاصل کرے کوئی  
فلا عبرة لسکوتہا الخ وعن یکنی یکنی غیر اقرب شخص، تو اس صورت میں لڑا کی کے سکوت  
سکوتہا فتح اھ۔

ایک روایت میں ہے کہ اس کا سکوت رضا مندی کے لیے کافی ہے، فتح اھ (ت)  
مقاصد شرع سے ماہر خوب جانتا ہے کہ شریعت مطہرہ رفتی و تیسیر پسند فرماتی ہے نہ معاذ اللہ تفسیق و  
تشدید، و لہذا جہاں ایسی دقتیں واقع ہوئیں علمائے کرام انہیں روایات کی طرف جھکے ہیں جن کی بہت پر  
مسلمان تنگی سے بچیں۔ رد المحتار کی کتاب الحدود میں ہے :

هو خلاف الواقع بین الناس وفيه حرج عظیم یہ لوگوں میں مروج کے خلاف ہے اور بہت بڑا  
لانه يلزم منه تاثير الامة لانه حرج ہے کیونکہ اس سے پوری امت کو گنہگار  
ٹھہرانا لازم آتا ہے۔ (ت)

لہ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب النکاح باب الولی دار المعرفۃ بیروت ۲/۳۰ - ۲۹  
لہ رد المحتار کتاب النکاح باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰  
لہ رد المحتار کتاب الحدود مطلب فہمین وطی من زقت الیہ " " " " ۳/۱۵۵





اور اس کے باقی بیانات کہ ولد حلال و حرام کی تمیز چنیں و چننا ہے کلمات جنوں سے بہت مشابہ جو بشارت اہوال قابل جواب نہیں البتہ اس قدر ضرور ہے کہ اس طریقہ نکاح میں ایک بے احتیاطی ہے جس کے باعث بعض وقتوں میں پڑنے کا احتمال، تو اہل اسلام کو ہدایت چاہئے کہ اس سے باز آئیں، تین باتوں سے ایک اختیار کریں:

**اولاً** سب سے بہتر یہ ہے کہ جس سے نکاح پڑھوانا منظور ہے عورت سے خاص اسی کے نام اذن طلب کریں اور یہ ہمیشہ ہر طریقہ میں ملحوظ خاطر رہے کہ اذن لینے والا یا تو ولی اقرب یا اس کا وکیل یا رسول ہو یا عورت سے صراحتہ ”ہوں“ کہلو الیں، مجرد سکوت پر قناعت نہ کریں، اور بعض احمق جاہلوں میں جو یہ دستور سنا گیا ہے کہ دلہن کے سر سے بلا ٹانے کو پاس بیٹھنے والیوں میں سے کوئی ”ہوں“ کہہ دیتی ہے اس کا انسداد کریں۔

**ثانیاً** وکالت دوسرے ہی کے نام کرنا چاہیں تو یوں سہی کہ جس طرح دلہن سے اس کی وکالت کا اذن مانگیں یونہی اسے اختیار توکیل دینا بھی طلب کریں یعنی کہیں تو نے فلاں بن فلاں بن فلاں کو فلاں بن فلاں بن فلاں کے ساتھ اس قدر مہر پر اپنے نکاح کا وکیل کیا اور اسے اختیار دیا کہ چاہے خود پڑھائے یا دوسرے کو اپنا نائب بنائے، دلہن کے ”ہوں“۔

www.alahazratnetwork.org

**ثالثاً** اگر یہ بھی نہ ہو اور دوسرے ہی شخص نے وکیل کے سامنے نکاح پڑھایا تو جب وہ پڑھا چکے وکیل فوراً اپنی زبان سے اتنا کہئے کہ میں نے اس نکاح کو جائز کیا اور اس کہنے میں تاخیر نہ کرے کہ مبادا اس کے جائز کرنے سے پہلے دلہن کو خبر نکاح پہنچے اور اس کی ہم عمری حسب عادت زمانہ اُسے کچھ چھڑیں اور وہ اپنی جہاں سے کوئی ایسی بات کہہ بیٹھے جس سے یہ نکاح کہ اب تک نکاح فضولی تھا رد ہو جائے پھر وکیل تو وکیل خود دلہن کے جائز کیے بھی جائز نہ ہو گا فان الاجانۃ لا تلحق المفسوخ (کیونکہ فسخ شدہ نکاح کو بعد کی اجازت مفید نہیں ہے۔ ت) بخلاف ان تینوں شکلوں کے کہ بالکل اندیشہ و دغدغہ سے پاک ہیں۔

رہا زید کا کنگنے وغیرہ کو ذکر کرنا، وہ محض فضول کہ آخر یہ رسمیں کفر تو نہیں جن کے باعث نکاح نہ ہو۔ ہاں معاذ اللہ اگر مرد یا عورت نے پیش از نکاح کفر صریح کا ارتکاب کیا تھا اور بے توبہ و اسلام اُن کا نکاح کیا گیا تو قطعاً نکاح باطل، اور اس سے جو اولاد ہوگی ولد الزنا، اسی طرح اگر بعد نکاح اُن میں کوئی معاذ اللہ مرتد ہو گیا اور اس کے بعد کبھی جماع سے اولاد ہوئی تو وہ بھی حرامی ہوگی اُس کے سوا وہ کلمات جن پر فتاویٰ وغیرہ میں خلاف تحقیق حکم کفر لکھ دیتے ہیں اور وہ کلمات جن میں کوئی ضعیف مرجوح روایت بھی اگرچہ اور کسی امام کے مذہب میں عدم کفر کی شکل آئے اُن کے ارتکاب سے گو تجدیداً اسلام و نکاح کا حکم دیں مگر اولاد اولاد زنا نہیں۔

درمختار وغیرہ میں ہے جو چیز بالاتفاق کفر ہو اس کے ارتکاب سے عمل اور نکاح باطل ہو جاتا ہے اور اس کے بعد کی اولاد، ولد زنا ہوگی اور جس چیز کے کفر میں اختلاف ہو اس کے ارتکاب پر توبہ واستغفار اور تجدید نکاح کا حکم ہوگا اھ۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (د)

فی الدر المختار وغیرہ ما یکون کفر الاتفاق یا بطل العمل والنکاح واولاده اولاد زنا وما فیہ خلاف یومر بالتوبۃ والاستغفار وتجدید النکاح اھ۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** ازراپور افغانان فرنگن محل بزریہ ملاطریف مرسلہ مولوی علیم الدین صاحب چانگامی

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس باب میں کہ اس ملک بنگالہ میں زمانہ قدیم سے دریا عوام بلکہ اکثر خواص کے بھی یہی دستور ہے کہ بعد خواستگاری اور قول اقرار مرتبیاں طرفین اور قبل ایجاب وقبول کے مخطوبہ کو بعد ضیافت براتیان کے مکان میں لاکر اس طور پر نکاح کراتے ہیں کہ چند مرتبیاں عاقدین بالغین و چند بزرگان مجلس کی اجازت سے ایک شخص کو اُس مجلس والے وکیل مخطوبہ قرار دے کر اور دو گواہ یا تین چار گواہ کو اس وکیل کے ساتھ کر کے دو لہا کی مجلس مخطوبہ کے پاس جو قریب پردہ کے اندر بیٹھی ہوئی ہے روانہ کرتے ہیں اب یہ وکیل مخطوبہ کے قریب گواہوں کے ساتھ جاکر مخطوبہ سے تین بار اس طرح سے قبول کرتا ہے کہ لے فاطمہ زید کی بیٹی! تو نے بکر کو جو خالد کا پسر ہے اس قدر مہر پر جو اس کے اوپر واجب الادا ہوگا اپنی زوجیت میں قبول کیا، تو فاطمہ باوا ز بلند کہتی ہے کہ میں نے قبول کیا، یا فقط 'قبول کیا' کہہ دیا، اور اس قبول مخطوبہ کو گواہان نے بھی سن لیا اب پھر وہ وکیل مخاطب کی مجلس میں اپنے گواہان کے ساتھ حاضر ہوتا ہے تو جو قاضی عقد کرانے کو دو لہا کے پاس بیٹھا ہے وہ اس وکیل سے سوال کرتا ہے کہ تو کون ہے، تو وہ وکیل جواب دیتا ہے کہ میں فاطمہ مخطوبہ کا وکیل ہوں، تو قاضی دریافت کرتا ہے کہ تو کیا جانتا ہے تو وہ عرض کرتا ہے کہ فاطمہ دختر زید نے بکر پسر خالد کو اپنی زوجیت میں قبول کیا ہے اور میں نے قبول کر لیا ہے، پھر قاضی سوال کرتا ہے کہ تمہارا کوئی گواہ بھی ہے تو وکیل اپنے گواہوں کی طرف اشارہ کر کے بیان کرتا ہے کہ یہ لوگ گواہ موجود ہیں تو قاضی پھر ان گواہوں کی طرف متوجہ ہو کر ہر ایک گواہ سے الگ الگ سوال کرتا ہے اور گواہ لوگ اپنی سماعت بیان کرتے ہیں یعنی فاطمہ نے بکر کو قبول کیا، اب جب قاضی کو سماعت شہادت سے فراغت ہوئی تو بتعلیم قاضی یا خود وکیل مذکور بکر کو قبول

کراتا ہے کہ تو نے فاطمہ دختر زید کو اس قدر (سوروپے یا ہزار مثلاً) مہر اپنے ذمہ لے کر قبول کیا یا قبلت تو بکر اقرار کرتا ہے کہ میں نے ہندہ کو قبول کیا یا فقط قبول کیا یا قبلت کہہ دیا پھر قاضی خطبہ وغیرہ پڑھ کر مجلس عقد ختم کر دیتا ہے تو اب صورت مذکورہ میں فاطمہ اور بکر کا نکاح منعقد ہوا یا نہیں، بر تقدیر اول بعض علماء کو یہ شبہ ہے کہ یہ وکیل مذکور نہ تو مخاطب کی طرف سے مقرر ہوا نہ مخطوبہ کی طرف سے، حالانکہ یہ دونوں بالغ ہیں اور بالغ کا نکاح بلا اذن عاقدین کیونکر ہو سکتا ہے، اور بر تقدیر ثانی ہزاروں آدمی حرام زادے قرار پاتے ہیں اور یہ ایجاب و قبول مذکور کیا قرار پائیں گے، کیا نکاح مذکور بالکل معدوم قرار دیا جائے گا، کیا نکاح فضولی سے بھی خارج ہو گیا؟ بینوا تو جروا۔

## الجواب

اس مسئلہ میں ایانت جواب اور توفیقہ تعالیٰ اصابت صواب محتاج نظر غائر و فکر دقیق۔  
**فاقول** وبالله التوفیق تحقیق مقام یہ ہے کہ سفیر مذکور جسے وہ عوام وکیل مخطوبہ ٹھہراتے ہیں اس کا مخطوبہ و مخاطب دونوں سے خطاب مذکور بصورت استفہام ہے اگرچہ حرف استفہام مقدر ہے اور استفہام عقد اقسام انشاء سے دو قسم متباہن ہیں تو جہاں حقیقت استفہام مقصود و مفہوم ہو وہ کلام ایجاب یا قبول نہیں قرار پاسکتا، ہاں اگر صورت استفہام اور محقق عقد استفہام ہو تو ایجاب یا توکیل مقصود ہوگا مگر اس کے لئے قیام قرینہ درکار کما ہوشان کل مجاز (جیسا کہ ہر مجاز کا تقاضا ہے۔ ت) ولہذا علماء فرماتے ہیں اگر زید نے عمرو سے کہا تو نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی اس نے کہا "دی" یا "ہاں"، نکاح نہ ہوگا جب تک زید اس کے جواب میں "میں نے قبول کی" نہ کہے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے،

لو قال رجل لأخيه وجنتي ابنتك فقال الأخ  
نكاح کر دی، دوسرے نے جواب میں کہا کہ نکاح کر دیا  
یا "ہاں" کہہ دیا تو نکاح نہ ہوگا جب تک ایجاب کرنے  
والا بعد میں یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کی، کیونکہ پہلے کا  
یہ کہنا کہ تو نے اپنی بیٹی مجھے نکاح کر دی، یہ صرف  
طلب خبر ہے عقد نکاح نہیں ہے، اس کے برخلاف اگر پہلا یہ کہنا کہ تو مجھے نکاح کر دے، تو اس سے دوسرا  
وکیل بن جاتا اور اس کا "نکاح کر دی" کہنے سے نکاح ہو جاتا۔ (ت)

خلاصہ و خزانہ المفتین میں ہے :

مرجل قال لا خدر و ختر خویش فلانہ مرادہ بڑی فقال  
 دادم وھی صغیرۃ ینعقد النکاح وان لم  
 یقل الزوج قبلت ولو قال دادی لا یجود  
 اذا قال دام ما لم یقل الزوج پذیر فتم النکاح  
 نکاح ہو جائے گا، اور پہلے نے یہ کہا ہو کہ تو نے مجھے دی ہے تو دوسرے کے "دے دی" کہنے سے نکاح  
 نہ ہوگا جب تک پہلا "میں نے قبول کی" نہ کہے الخ (ت)

فتاویٰ امام قاضی خاں و ہندیہ میں امام ابو بکر محمد بن الفضل سے ہے :

اذا قال لاب البنت نرو جتنی ابنتک فقال  
 نرو جت او قال نعم لایکون نکاحا الا ان  
 یقول له الرجل بعد ذلك قبلت لا ن  
 نرو جتنی استخبار و لیس بعقد بخلاف  
 قوله نرو جتنی لا نہ توکیل ہے باختصار  
 ہے اور عقد نکاح نہیں ہے۔ اس کے بخلاف اگر پہلا یوں کہتا "تو مجھے نکاح کر دے" تو بطور توکیل نکاح  
 ہو جاتا ہے اختصاراً (ت)

نیز خانہ میں ہے :

مرجل قال لغيره بالفارسیۃ دختر خویش را  
 مرا دادی فقال دادم لایکون نکاحاً  
 ایک شخص نے دوسرے کو فارسی میں کہا تو نے اپنی  
 لڑکی مجھے دی، تو جواب میں دوسرے نے کہا  
 دے دی، تو نکاح نہ ہوگا۔ (ت)

اسی طرح کتب معتبرہ کثیرہ میں ہے، یہ اصل استفہام کا حکم ہے،

فالاطلاق انما هو بالنظر الى الحقيقة  
 کلام میں اطلاق حقیقی معنی کے لحاظ سے ہوتا ہے

۴/۲	مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ	کتاب النکاح	خلاصہ الفتاویٰ
۷/۱	قلمی نسخہ	"	خزانہ المفتین
۱۴۹/۱	نوکلشور بکھنو	"	۷۵ فتاویٰ قاضی خاں

اما لو اطلقت فهي مقيدة حقيقة بما اذا لم يرد به التحقيق۔  
اور اگر عام کر دیا جائے تو پھر اس وقت حقیقی معنی مراد لینے کے لئے مجازی معنی (تحقیق عقد) مراد نہ ہونے کی قید ضرور ہوگی۔ (ت)

یہی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ہنگام ارادہ تحقیق عقد تام ہے، فتاویٰ ظہیریہ و خزانۃ المفتین میں ہے؛ لوقال بالفاہر سیدہ دختر خویش مراد ادا فی الحال دادم لا ینعقد النکاح لان هذا استخبار واستیعاد فلا یصیر وکیلا الا اذا اراد به التحقيق دون الاستیاء۔  
اگر ایک نے دوسرے سے فارسی میں کہا کہ تو نے اپنی لڑکی مجھے دی، تو دوسرے نے کہا ”دی“ تو نکاح منعقد نہ ہوگا کیونکہ یہ پہلے کا کلام، طلب خبر ہے اور طلب وعدہ ہے لہذا اس کلام سے دوسرا پہلے کے لیے وکیل نہ ہو سکے گا، مگر یہ کہ پہلے نے اپنی کلام سے تحقیق عقد (مجازی معنی) مراد لیا ہو تو نکاح ہو جائے گا اور استفہام کا حقیقی معنی استفسار اور منگنی و استخبار ہو تو نکاح نہ ہوگا (ت)

وجیز امام کروری میں ہے؛  
قال له دختر خود فلانہ را بمن ده فقال دادم وهي صغيرة انعقد وان لم یقل قبلت لانه توکیل و لوقال بمن دادم لا اذا قال دادم وقال الزوج پذیرفتم، الا اذا اراد بادی التحقيق۔  
ایک نے دوسرے سے کہا کہ اپنی فلاں لڑکی مجھے دے، تو دوسرے نے جواب میں کہا میں نے دی، تو نابالغہ لڑکی ہو تو نکاح ہو جائیگا اگرچہ پہلے نے اس کے بعد ”میں نے قبول کی“ نہ کہا ہو کیونکہ ”اپنی لڑکی دے“ کہنا دوسرے کو وکیل بنانا ہے، اور اگر پہلے نے یہ کہا ہو کہ ”تو پھر نکاح نہ ہوگا مگر اس صورت میں جب دوسرے نے ”میں نے دی“ کہا اور پہلے نے اس کے جواب میں ”میں نے قبول کی“ کہا ہو، ہاں اگر پہلے نے ”دادی“ کے لفظ سے استفہام کی بجائے تحقیق عقد مراد لی ہو۔ (ت)

عہ ای جعلت الکلام مطلقا شاملا للتحقیقة والمجاز وبالجملة فالتقیید موجب للاطلاق والاطلاق موجب للتقیید فافهم ۲۲ عنقر له۔ (م)  
یعنی کلام کو اطلاق پر رکھ کر عام کر دیا جائے یوں کہ حقیقت اور مجاز دونوں کو شامل ہو۔ خلاصہ یہ کہ کلام کو حقیقت سے مقید کرنا، دلالت میں اطلاق کو چاہتا ہے، اور کلام کو عام کرنا (حقیقت و مجاز کو شامل کرنا) عدم مجاز کی قید کو چاہتا ہے، غور کرو۔ ۱۲ منہ عنقر له (ت)

لہ خزانۃ المفتین کتاب النکاح  
۴۶/۱ قلمی نسخہ  
۱۱۰/۴ نورانی کتب خانہ پشاور  
۱۱۰/۴ کتاب النکاح  
۱۱۰/۴ کتاب النکاح  
۱۱۰/۴ کتاب النکاح



محیط و ہندیہ میں ہے :

لا ینعقد النکاح ما لم یقل الخاطب پذیر فتم  
الا اذا اراد بقوله دادی التحقیق دون  
السوم الخ۔

منگنی پوچھنے والا جب تک لڑکی کے باپ کے جواب  
کے بعد ”میں نے قبول کی“ نہ کہے گا نکاح نہ ہوگا ،  
مگر یہ کہ اس کے اس کہنے ”مجھے تُو نے اپنی لڑکی دی“  
سے مراد منگنی نہ ہو بلکہ تحقیق مراد ہے الخ (ت)

ذخیرۃ العقبہ میں ہے :

قوله دادی استخبار فلا یثبت التوکیل به نعم  
اذا ارید بقوله دادی التحقیق دون السوم  
ینعقد النکاح وان لم یقل الخاطب  
پذیر فتم الخ۔

ایک کا کہنا ”تُو نے دی“ یہ طلبِ خبر ہے اس سے توکیل  
ثابت نہ ہوگی۔ ہاں اگر ”تُو نے دی“ سے مراد منگنی کی بجائے  
تحقیق ہو تو نکاح ہو جائے گا اگرچہ بعد میں یہ کہنے والا  
”میں نے قبول کی“ نہ کہے الخ (ت)

یہی محل ہے اس فرعِ ذخیرہ و ہندیہ کا :

قیل لامرأة خويشتن رازن من کردی فقالت کردم  
ینعقد النکاح و کذا الوقال خويشتن رازن من  
گردانیدی فقالت گردانیدم۔

اگر کسی عورت کو یہ کہا گیا تُو نے اپنے کو میری بیوی کر دیا  
تو عورت نے کہا میں نے کر دیا ”تو نکاح منعقد  
ہو جائے گا ، اور یونہی اگر کسی نے عورت کو کہا تُو نے اپنے  
کو میری بیوی بنا دیا ، تو عورت نے کہا ”میں نے بنا دیا“  
نکاح ہو جائے گا (ت)

اور اس فرعِ محیط و ہندیہ کا

سئل نجم الدین عن قال لامرأة خويشتن را  
ہزار درم کا بین بمن بزنی دادی فقالت بالسمع  
والطاعة قال ینعقد النکاح ولو قالت  
سپاس دارم لا ینعقد لان الاول

نجم الدین سے سوال کیا گیا کہ جس نے کسی عورت کو کہا  
کہ تُو نے اپنے کو ہزار درم کے بدلے میری بیوی کر دیا  
تو عورت نے جواب میں کہا ”سُنا اور اطاعت کی“  
تو انھوں نے فرمایا : نکاح منعقد ہو گیا ، اور اگر عورت

۲۴۱/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	کتاب النکاح الباب الثانی	۱۰ فتاویٰ ہندیہ
۱۴۶/۲	نولکشور کانپور	”	۱۱ ذخیرۃ عقبہ
۲۴۱/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الثانی	۱۲ فتاویٰ ہندیہ

نے جواب میں یوں کہا "پسند کرتی ہوں" تو نکاح نہ ہوگا کیونکہ پہلا جواب، قبولیت ہے اور دوسرا صرف وعدہ ہے۔ (د)

لاحرم قول فیصل یہ قرار پایا کہ مدارک مفہوم و مستفاد بنظر احوال و قرآن استعمال پر ہے، زید نے کہا تو نے اپنی بیٹی مجھے دی، عمرو نے کہا دی۔ اگر مجلس منگنی کی تھی منگنی ہوئی اور نکاح کی تھی تو نکاح ہو گیا، درمختار میں ہے :

وکنذا (ای فی کونہ ایجابا قولہ) انا متزوجک  
او جئتک خاطبا لعد مجریان المساومة فی  
النکاح او هل اعطیتنیہا ان کان المجلس للنکاح  
فتمکاح وان للوعد فوعدہ

اور اگر یہ مجلس منگنی ہو تو منگنی قرار پائے گی، کیونکہ نکاح میں بجا و جاری نہیں ہوتا صرف منگنی یا نکاح ہوتا ہے لہذا  
شرح مختصر الطحاوی لا سیب جانی پھر شرح قدوری للزہدی پھر القرویہ و دقائق المفتیین میں ہے :

قال له هل اعطیتنیہا فقال اعطیت فان  
کان المجلس للوعد فوعد وان کان  
للعقد النکاح فتمکاح

فتح القدر و رد المحتار میں ہے :

لما علمنا ان الملاحظة من جهة  
الشرع فی ثبوت الانعقاد و لزوم حکمہ  
جانب الرضی عدینا حکمہ الى کل  
لفظ یفید ذلک بلا احتمال مساو  
للطرف الآخر فقلنا لو قال  
بالمضاہع ذی الهمزة اتزوجک  
فعالت مخرجت نفسی انعقد و

جب ہمیں معلوم ہوا کہ نکاح کے منعقد ہونے اور اس  
حکم کے لازم ہونے میں شریعت نے رضا والے پہلو  
کا لحاظ کیا ہے، تو ہم نے اس پر نکاح کے حکم کو ایسے  
الفاظ تک پھیلایا جو رضا کے اظہار کا فائدہ دے سکتے  
ہیں بشرطیکہ یہ رضا کے خلاف کا مساوی طور پر احتمال  
نہ رکھتے ہوں اس لیے ہم نے یہ کہا کہ اگر کسی نے مضارع  
واحد متکلم کا صیغہ استعمال کرتے ہوئے یوں کہا

۲۷۱/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	ابواب الثانی	کتاب النکاح	۱۔ فتاویٰ ہندیہ
۱۸۵/۱	مجتبائی دہلی		"	۲۔ درمختار
۳۳/۱	دارالاشاعت العربیہ قندھار افغانستان		"	۳۔ فتاویٰ القرویہ

فی المبدوء بالتاء تزوجنی ببتک فقال  
فعلت عند عدم قصد الاستيعاد لانه  
يتحقق فيه هذا الاحتمال بخلاف الاول  
لانه لا يستخبر نفسه عن الوعد واذا كان  
كذلك والنكاح مما لا يجري فيه المساومة  
كان للتحقيق في الحال فالتعقد به لا باعتبار  
وضعه للانشاء بل باعتبار استعماله في  
غرض تحقيقه واستفادة الرضى منه  
حق قلنا لو صرح بالاستفهام اعتبر فهم  
الحال قال في شرح الطحاوی لو قال هل  
اعطيتنيها فقال اعطيت ان كان المجلس  
للوعد فوعد وان كان للعقد فنكاح اهـ

”میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں“ تو عورت نے  
اس کے جواب میں کہا ”میں نے اپنا نکاح کیا“ تو  
نکاح ہو جائے گا۔ اگر کسی نے مضارع واعد مخاطب  
کے صیغہ کو استعمال کیا اور یوں کہا ”تو اپنی بیٹی مجھ سے  
نکاح کر دے گا“ تو جواب میں دوسرے نے کہا  
”میں نے کر دیا“ جب اس سے وعدہ کا ارادہ نہ ہو  
تو یہ الفاظ بھی چونکہ رضامندی کا احتمال رکھتے ہیں اس  
لیے نکاح ہو جائے گا۔ اس کے بخلاف پہلی صورت  
میں وعدہ کا احتمال نہیں کیونکہ خود مکمل مضارع کے  
صیغہ سے اپنی ذات کے بارے میں وعدہ کی خبر نہیں  
دیتا، جب یہ معاملہ ہے تو اس صورت میں فی الحال  
نکاح کو قائم کرنا مقصود ہے تو اسی وقت نکاح  
ہو جائے گا، کیونکہ نکاح میں مذکورہ الفاظ سے بھلا تو مراد نہیں ہو سکتا، تو ایسے الفاظ سے نکاح کا انعقاد  
اس لیے نہیں کہ یہ الفاظ نکاح کے لیے وضع ہیں بلکہ اس لیے کہ ان الفاظ کا استعمال مقصد کو حاصل کرنے  
کی غرض سے کیا گیا اور ان سے رضامندی کا اظہار بھی ہوتا ہے، حتیٰ کہ ہم یہ کہیں گے اگر کسی نے ان الفاظ  
سے صراحتہ استفہام مراد لیا تو پھر حال کا اعتبار کیا جائے گا، طحاوی کی شرح میں فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے  
کو کہا ”کیا تو نے اپنی بیٹی مجھ سے دی ہے“ تو دوسرے نے جواب میں کہا کہ ”میں نے دی ہے“ تو اس صورت  
میں اگر مجلس منگنی ہو تو یہ منگنی ہوگی اور یہ مجلس نکاح ہو تو نکاح ہوگا (ت)

اس تحقیق انیق سے عبارات ملتئم ہو گئیں اور حکم منظم و تمام الکلام علی مسئلۃ الاستفہام فیما  
علقناہ علی ساد المحتاسر (اور مسئلہ استفہام پر مکمل کلام رد المحتار پر ہمارے حاشیہ میں ہے) جب یہ اصل متفع  
ہوئی اب صورت مستفسرہ کی طرف چلے شخص مذکور کہ مجلس خاٹب سے اُٹھ کر مخاطبہ کے پاس جاتا ہے جبکہ  
اس سے پہلے نہ خاٹب سے اذن لیا نہ مخاطبہ سے، اور وہ دونوں بالغ ہیں کہ اُن کے معاملہ میں غیر کا  
اذن کوئی چیز نہیں تو اُسے وکالت سے کیا علاقہ، یقیناً فضولی محض ہوتا ہے مگر ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

کے نزدیک عقد فضولی محض فضول و نامقبول نہیں بلکہ منعقد ہو جاتا ہے اور اجازت صاحب اجازت پر موقوف رہتا ہے کما نصوا علیہ فی الکتب قاطبۃ (جیسا کہ فقہائے تمام کتابوں میں اس پر نص کی ہے۔) پس اگر اس کلام سے کہ یہ فضولی مخطوبہ سے کہتا ہے تحقیق عقد مراد و مفہوم ہوتی تو اُسی وقت العقد نکاح میں شبہ نہ تھا اس کا کلام ایجاب ہوا اور مخطوبہ کا جواب قبول عقد موقوفاً منعقد ہو گیا، اُس کے بعد جب فضولی مذکورہ خواہ دوسرے شخص نے مخاطب کو اس کی خبر دی اور اس نے اظہار قبول کیا، یہ صراحتاً اس عقد موقوف کی تنفیذ ہوئی اور نکاح تام و نافذ لازم ہو گیا، قبول کیا میں نے اور قبول کیا دونوں یکساں ہیں کہ جب تو نے قبول کیا کے جواب میں قبول کیا، کہا تو اس کے صاف یہی معنی ہوئے کہ میں نے قبول کیا لان السؤال معاد فی الجواب (کیونکہ جواب میں سوال کا اعادہ معتبر ہوتا ہے۔ ت)

ذخیرہ و ہندیہ میں ہے :

قيل لامرأة خويشتن را بظلاں بزرگ دادی فقال  
داد و قيل للنزوح پذیرفتی فقال پذیرفتی منعقد  
النكاح وان لم تقل المرأة دادم والنزوح  
پذیرفتی  
"میں نے قبول کیا" یا "میں نے اپنا نکاح دیا" نہ کہا ہو۔ (ت)

اصلاح و ایضاح میں ہے :

قولہما داد پذیرفت بعد دادی و پذیرفتی ایجاب  
و قبول لمكان العرف فان جواب مثل هذا  
الكلام قد يذكّر بالميم وبدونه كفر و خت  
و خرید فی البیع

اقول جب فارسی میں داد و دادم و پذیرفت و پذیرفتی کا ایک حکم ہے تو اردو میں بدرجہ اولیٰ  
فان صیغۃ الماضی بالفارسیۃ للغائب  
"تو نے دی، تو نے قبول کی" کے الفاظ کے بعد  
صرف "دی" "قبول کی" کہنا عرف کی بنا پر ایجاب  
قبول ہے، کیونکہ ایسی کلام کے جواب میں متکلم کا صیغہ  
ضروری نہیں ہے، جیسے بیع میں صرف "خرید و  
فروخت" کا لفظ استعمال کر لیا جاتا ہے۔ (ت)

غيرهاللمتكلم بخلاف لساننا فانها هي صيغة  
واحدة للغائب والحاضر والمتكلم  
جميعا وانها يفرق بالضمائر او ذكر الظاهر  
الاترى ان الفرس تقول او كرد و تو كردى ومن  
كردم ونحن نقول فى الكل اس نے کیا تو نے  
کیا میں نے کیا وكذلك فى الفعل اللانتم ده  
آيا تو آيا میں آيا وانها يفرق فيه بين الواحد  
والجمع والمذكر والمؤنث فصيغة فى  
اللانتم اس رابع آيا آتى للواحد المذكر  
والمؤنث و آئے آتى للجمعين كذلك و  
فى المتعدى صيغة واحدة لكل وهو كذا مثلا  
سواء اسندته الى اس او انحول او تو او هم  
لذكر او الذكور او الانثى او الاناث والجمع  
ذكرانا وانا ثا ولا فرق بين الغائب والحاضر  
والمتكلم فى شئ منهما اصلا وبه تبين بطلان  
منعهم من يزعم ان قول المخاطب قبول كى بدون  
میں نے لا ينعقد به النكاح لعدم تعيين  
القابل -

عليه ہے جبکہ ہماری زبان میں ماضی غائب، حاضر  
اور متکلم کا ایک ہی صیغہ ہے جو صرف ضمیر یا اسم  
ظاہر کی تبدیلی میں فرق پیدا کرتا ہے، آپ دیکھیں کہ  
فارسی والے او کرد، تو کردی اور من کردم ہر ایک  
کے لیے علیحدہ صیغہ استعمال کرتے ہیں جبکہ ہم سب  
کے لیے صرف ”کیا“ کہتے ہیں، اس نے کیا، تو  
نے کیا، میں نے کیا، اور یوں ہی ہماری زبان میں  
فعل لازم کا بھی ایک ہی صیغہ ہے جو ضمیر لگانے سے  
غائب، حاضر اور متکلم کا فرق ظاہر کرتا ہے مثلاً وہ  
آیا تو آیا میں آیا البتہ واحد جمع و مذکر و مؤنث کے لحاظ سے لازم  
کے چار صیغے ہیں۔ آیا، آئی واحد مؤنث و مذکر کے لیے  
آئے اور آئیں جمع مذکر و مؤنث کے لیے ہیں۔ اور  
فعل متعدی کا صرف ایک صیغہ ہے۔ اور یہ، کیا، ہے  
اس کو بھی ضمیر لگا کر واحد مذکر و مؤنث، جمع مذکر و مؤنث  
کے ساتھ غائب، حاضر اور متکلم کا فرق کیا جاتا ہے مثلاً اس نے  
تو نے کیا، میں نے کیا، غرضیکہ اردو میں فعل لازم اور  
متعدی کے لیے غائب، حاضر اور متکلم کا ضمیروں کے  
بغیر کوئی فرق نہیں ہے۔ اس بحث سے واضح ہو گیا

کہ بعض کا خیال غلط ہے کہ شادی کا پیغام دینے والے پہلے شخص کا دوسرے کے ”میں نے دی“ کے جواب میں  
صرف ”قبول کی“ کہنا کافی نہیں جب تک اس کے ساتھ ”میں نے“ ذکر نہ کرے کیونکہ اس سے قبول کرنے والے  
کا تعین نہیں ہوتا لہذا ”میں نے قبول کی“ کہنا ضروری ہے (اس خیال کے غلط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اردو میں  
غائب، حاضر اور متکلم کے لیے صیغہ کا فرق نہیں ہے)۔ (د ت)

مگر تقریر مذکور سوال سے ظاہر یہ ہے کہ فضولی کا مخطوبہ سے وہ کلام بقصد انشاء عقد نہیں ہوتا، نہ وہ  
مجلس مجلس عقد کبھی جاتی ہے بلکہ اُسے اپنے زعم میں ہندہ سے طلب اذن کی مجلس سمجھتے اور اس گفتگو کو استیذان  
جاننے اور مجلس عقد مجلس مخاطب کو قرار دیتے ہیں جب یہ وہاں سے واپس آکر مخاطب سے خطاب کرتا ہے



دلہذا پلٹ کر قاضی کے پاس جاتا ہے جو عقد کرانے کو دُلہا کے پاس بیٹھا ہے اور اُس کے سوال پر اپنے آپ کو کیل مخطوبہ ظاہر کرتا ہے اور اسن کے قبول یعنی رضا سے خبر دیتا ہے، ان قرآن واضحہ سے مجلس مخطوبہ کا مجلس عقد نہ ہونا ظاہر اور لا اقل آنا تو بدیہی کہ ارادہ عقد ظاہر نہیں معنی مجاز مراد نہ ہو سکنے کو اسی قدر بس ہے۔

فان المجاز مفتقر الى قرينة تظهد ارادته فيحش  
لا قرينة ترجح جانبه لا تصح ارادته كما علمت  
من قول المحقق على الاطلاق بلا احتمال  
مساو للطرف الاخر واذا كان الامر على ما وصفنا  
لم يصح جعل الاستفهام تحقيقا كما دريت.  
معاملہ یہ ہے جو ہم نے بیان کیا ہے تو استفہام کا مجازی معنی، تحقیق عقد قرینہ کے بغیر مراد لینا درست نہ ہوگا،  
جیسا کہ آپ نے سمجھ لیا۔ (ت)

اب قبول مخطوبہ کو ایک رکن عقد یعنی ایجاب قرار دیجئے تو باطل محض ہے کہ اس ایجاب کا قبول جب کہ دوسری مجلس خطاب میں ہوگا اور کوئی ایجاب مجلس سے باہر قبول پر موقوف نہیں رہ سکتا۔

كما نصوا عليه في عامة الكتب وفي النہر  
والدر من شرائط الايجاب والقبول  
اتحاد المجلس وفي التنوير وشرحيه  
لا يتوقف الايجاب على قبول غائب عن  
المجلس في سائر العقود من نكاح وبيع  
وغیرهما بل يبطل الايجاب ولا تلحقه  
الاجازة اتفاقاً۔

اور اگر توکیل ٹھہرائیے تو اس کی طرف بھی راہ نہیں، توکیل دوسرے کو کسی تصرف جائزہ معلوم میں اپنا نائب بنانا ہے انا بت کا اصلاً کوئی ذکر نہ کلام شخص مذکور میں تھا نہ کلام مخطوبہ میں، تو اس کا حاصل صرف اس قدر ہوا کہ مخطوبہ نے اس کے سامنے زید کے ساتھ اس قدر مہر پر اپنے نکاح کی رضا ظاہر کی یہ توکیل نہ ہوئی۔

تنویر الابصار میں ہے :

هو اقامة الغير مقام نفسه في تصرف  
جاؤ معلوم لے  
وہ یہ کہ غیر کو کسی تصرف جائز معلوم میں اپنے قائم مقام  
بنانا۔ (ت)

علماء فرماتے ہیں زید نے عمرو سے کہا کاش ! تو میرا نکاح فلاں عورت سے کر دیتا، اس نے کر دیا،  
یہ نکاح، نکاح فضولی ہوا، حالانکہ یہاں صراحتہً عمرو سے استعانت تھی تو مجرد اس قدر کہ اس نے کہا  
تو فلاں سے نکاح پر راضی ہے؛ اس نے کہا ”ہوں“ کیونکہ توکیل ہو سکتی ہے۔ فتاویٰ خیر یہ  
میں ہے۔

سئل فی رجل قال کل امرأة اتزوجها  
فہی طالق ثم قال بمجلس لرجل لیتک  
تزوجنی فلانة هل اذا زوجہ یحنت امر  
لا اجاب لا یحنت لانه لم یتزوج بل  
زوج والمزوج فضولی بلا شك والحال  
هكذا الخ۔  
ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے کہا ہو  
کہ جس عورت سے بھی میں نکاح کروں اس کو طلاق ہے  
پھر اس شخص نے کسی مجلس میں ایک آدمی کو کہا  
کاش کہ تو فلاں عورت سے میرا نکاح کر دے،  
تو اس آدمی نے اس کا نکاح اس عورت سے کرنا  
تو کیا حاشا ہوگا یعنی اس عورت کو طلاق ہو جائیگی

یا نہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس نے خود نکاح نہیں کیا بلکہ اس کا نکاح ایک  
غیر شخص (فضولی) نے کیا ہے اور بلا شک معاملہ یہی ہے الخ (ت)

بالجملہ اس وقت تک کی جو کارروائی تھی لغو و فضول گئی۔ اب رہا وہاں سے واپسی کے بعد شخص  
مذکور کا خطاب سے خطاب، یہاں ضرورت تحقیق عقد ہی مقصود ہے کہ ان کے زعم میں مجلس مخطوبہ مجلس توکیل تھی  
اب کہ یہ اپنے نزدیک وکیل بن کر آیا اس مجلس عقد میں عقد کرتا ہے تو یہ استفہام حقیقہ ایجاب ہوا اور  
زوج کا کہنا قبول کیا قبول۔

اقول وبالله التوفیق، تحقیق مقام یہ ہے کہ استفہام ہنگام ارادہ تحقیق مفید معنی امر ہوتا ہے  
قال الله تعالى فهل انتم منتہون ای انتہوا اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کیا تم باز آؤ گے؟ اس سے مراد

۱۰۳/۲	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الوکالۃ	۱۔ درمختار شرح تنویر الابصار
۲۶/۱	دار المعرفۃ بیروت	فصل فی نکاح الفضولی	۲۔ فتاویٰ خیر یہ کتاب النکاح
۱۰۶ ص	اصح المطابع دہلی	تحت الآیۃ فهل انتم منتہون	۳۔ تفسیر جلالین

وقال تعالى اتصبرون وكان ربك بصيرا ای  
اصبرو ۱۰ وقال صلى الله تعالى عليه وسلم  
هل انتم تاركوا لی صابجی ای اتکوا۔  
یہ ہے کہ باز آؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا  
تم صبر کرو گے اور تیرا رب تعالیٰ بصیر ہے، اس  
سے مراد یہ ہے کہ صبر کرو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم مجھے میرے صاحب کے بارے میں چھوڑ دو گے؟ اس سے مراد یہ ہے کہ تم چھوڑ دو (ت)  
”تو نے قبول کیا؟“ بمعنی ”قبول کر“ ہے، اور امر میں اگرچہ ہمارے علمائے مختلف ہوئے کہ وہ توکیل  
ہے یا ایجاب۔

فی الدر المختار من وجہی او زوجینی نفسک  
او کوئی امراتی لیس بایجاب بل توکیل  
ضمنی وقیل ایجاب ورجحه فی البحر  
مختصرا و فی رد المحتار مشی علی الاول  
فی الہدایۃ والمجموع ونسبہ فی الفتح الی  
المحققین و علی الثانی ظاہر الکفر و  
اعتراضہ فی الدر بیانہ مخالف لکلامہم  
واجاب فی البحر والنہر بیانہ صرح بہ فی  
الخلاصۃ والخانیۃ قال فی الخانیۃ و  
ولفظۃ الامر فی النکاح ایجاب و کذا فی  
الخلع والطلاق والكفالة والہبۃ  
قال فی الفقہ وهو احسن الخ

در مختار میں ہے: تو میرا نکاح کر دے، لے عورت  
تو میرا نکاح کر، یا اس کو کہا تو میری بیوی ہو جا،  
تو یہ کلمات ایجاب نہ ہوں گے بلکہ ضمناً توکیل ہوگی۔  
بعض نے کہا کہ یہ ایجاب ہے، اور بجز میں اسی کو  
ترجیح دی ہے اہ مختصراً۔ اور رد المحتار میں ہے کہ  
ہدایہ اور مجمع میں پہلے قول کو اپنایا ہے اور اس کو  
فتح میں محققین کی طرف منسوب کیا ہے اور دوسرے  
پر فخر نے ظاہر کیا ہے، اور اس پر در میں اعتراض  
کیا ہے کہ یہ علماء کے قول کے مخالف ہے، اور  
اس کا جواب بجز اور نہر میں یہ دیا گیا کہ خلاصہ اور  
خانیہ میں اس پر تصریح کی ہے۔ اور خانیہ میں فرمایا  
کہ امر کا لفظ نکاح میں ایجاب ہوتا ہے اور غلط،

طلاق، کفالہ اور ہبہ میں بھی ایجاب ہے، اور فتح میں فرمایا کہ یہ احسن ہے الخ (ت)  
اور قول توکیل پر یہاں العقد نکاح میں وقت ہوتی کہ یہ شخص خاٹب کو توکیل کرنے والا کو نکاح کا توکیل

۳۰۴ ص	اصح المطابع دہلی	اتصبرون وكان ربك بصيرا	تحت الآیۃ	لہ تفسیر جلالین
۵۱۶/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	باب فضل ابی بکر الخ		۲ صیح بخاری
۱۸۵/۱	مجتبائی دہلی	کتاب النکاح		۳ در مختار
۲۶۳/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت			۴ رد المحتار

بالنکاح تو دوسرے کو وکیل کر سکتا ہی نہیں، فضولی کیا چیز ہے،

خلاصہ میں ہے اگر وکیل نے کسی کو کہا کہ تو اپنی لڑکی فلاں کو دے، تو باپ نے جواب میں ”میں نے دی“ کہا، تو جب تک اس کے بعد وکیل ”میں نے فلاں کے لئے قبول کی“ نہ کہے نکاح منعقد نہ ہوگا، کہ وکیل از خود دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا اھ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اس پر کوئی معترض یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ جب نکاح کا وکیل دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا تو دوسرا فضولی قرار پائے گا، اور فضولی کا عقد نافذ نہیں ہوتا اگرچہ عقد کی حد تک جہالت ہے تو یہاں منعقد نہ ہوگا“ کا معنی ”نافذ نہ ہوگا“ ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ فضولی کو نکاح کرنے کا اختیار نہ ہونے کے باوجود اگر وہ نکاح کرے تو اس کا عقد موقوف رہتا ہے تو یہاں بھی وکیل کی توکیل موقوف ہو کر نافذ کرنے والے کی اجازت سے نافذ ہو جائے گی۔ حجر کے بیوع میں کہا ہے کہ فقہار کرام کے بیان کردہ جزئیات سے ظاہر ہے کہ وہ امور جن میں توکیل جائز ہے اگر ان امور کو فضولی از خود سرانجام دے تو یہ امور موقوف رہیں گے ماسوائے کسی شرط کے ساتھ خرید کے اھ، تو ظاہر ہے کہ وکیل بنا نا بھی ان امور میں سے ہے جن میں توکیل جائز ہے، تو ظاہر ہوا یہاں بھی فضولی کا تصرف جائز ہونا موقوف ہوگا، اگر وکیل کی قبولیت کے بغیر باپ کے ”دے دی“ کہنے سے

فی الخلاصة لو قال الوكيل بالنكاح هب ابنتك لفلان فقال الاب وهبت لا ينعقد النكاح ما لم يقل الوكيل بعدا قبلت لان الوكيل لا يملك التوكيل <sup>الله</sup> وان كان يتواى لم ان لقائل ان يقول لعل لا ينعقد فيه بمعنى لا ينفذ فانه ان لم يملك كان توكيل فضولى فكان ما ذا الا ترى ان الفضولى لا يملك التزويج ولونزوح لحصل الزواج ولو موقوفاً فكذا ينبغي ان تحصل بتوكيله الوكالة وان توقف نفاذه على تنفيذ من له التنفيذ قال في البحر من البيوع الظاهر من فروعه ان <sup>كل ما</sup> التوكيل به فانه اذا باشرة الفضولى يتوقف الا الشراء بشرطة <sup>الله</sup> اھ ومعلوم ان التوكيل مما يصح به التوكيل فالظاهر الانعقاد موقوفاً <sup>۳۳</sup> ان امرئ يدعه اھ اصلاً ما لم يقل الوكيل قبلت فالتعليل الصحيح الواضح ما افاد العلامة الفهامة على المقدسى

ان قول الوکیل هب ابنتک لفلان ظاهراً فی الطلب  
وانه مستقبل لم یرد به الحال والتحقیق  
فلم یتم به العقد بخلاف من وجفی  
بنتک بکذا بعد الخطبة ونحوها فانه  
ظاهراً فی التحقیق والاثبات الذی هو  
معنی الایجاب اھ ویعینہ عیناً ما فی  
البحر عن الظہیریۃ لوقال هب ابنتک  
لابنی فقال وهبت لم یصح ما لم یقل  
ابو الصغیر قبلت اھ فلا مساع ههنا لزعم  
ان الاب لا یملک التوکیل۔

بالکلی نکاح نہ ہونا مراد ہو تو پھر اس کی واضح وجہ وہ ہے  
جس کو علامہ مقدسی نے بیان فرمایا کہ وکیل کا لڑکی کے  
باپ کو "اپنی فلاں کو" کہنا امر اور طلب ہے جو کہ مستقبل  
کا صیغہ ہے اور فی الحال تحقق مراد نہیں، لہذا  
عقد تام نہ ہوگا، اس کے خلاف وہ صورت جس میں  
خود مرد نے کہا کہ "تو اپنی لڑکی مجھے نکاح کر دے" تو  
یہاں منگنی وغیرہ کے بعد، یہ کلام اثبات و تحقق میں ظاہر  
ہے اور یہی ایجاب ہوتا ہے اھ بھر میں ظہیر یہ سے  
نقل میں اسی وجہ کو معین کرتے ہوئے کہا کہ اگر ایک  
نے کہا کہ "تو اپنی بیٹی میرے بیٹے کو دے"، دوسرے  
نے کہا "میں نے دی"، تو اس وقت نکاح صحیح نہ ہوگا بلکہ لڑکے کے باپ کے اس کے بعد "میں نے قبول کی" کہنا ضروری  
ہوگا اھ تو یہاں لڑکے کے باپ کے بارے میں یہ خیال کرنا درست نہیں کہ یہ وکیل بنانے کا مالک نہیں ہے (دست)  
مگر نظر فقہی حاکم ہے کہ یہ امر بالاتفاق مفید ایجاب اور ان ذمہ سے برکراں ہو،

کیونکہ یہ قبول کرنے کی درخواست ہوتی ہے اور جواب  
میں قبول سے مراد رضا مندی ہوتی ہے، اور فضول  
شخص اگر لڑکی کو کسی کے لیے نکاح کی درخواست  
کرے تو یہاں بھی یہی مقصد ہوتا ہے کیونکہ اس  
کا ردوائی کا مقصد صرف لڑکی کی رضا حاصل کرنا  
ہوتا ہے نہ کہ نکاح مکمل کرنا ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے  
پہلے بیان کیا ہے اور جہاں مجلس نکاح میں یہ بات  
کئی جگہ تو اس سے نکاح کا ایک رکن مراد ہوتا  
ہے جیسا کہ زیر بحث مسئلہ میں ہے، تو قبول کا

فانہ امر بالقبول والقبول یطلق و  
یراد به الرضا وهو المحمل فی قول  
الفضولی المذکور للمخطوبة لعدم  
امرادتهم اذ ذلک الاستبانة رضاها  
من دون تتیمم العقد كما قدمنا  
ویراد به احد رکنی العقد و  
هو المراد ههنا حیث المراد  
تحقیق العقد وهذا القبول وجود  
له الا تلوا الایجاب فی رد المحتار



لفظ یہاں پر ایجاب کا جواب ہوتا ہے۔ رد المحتار میں  
یہ اشارہ دیا کہ عاقدین میں سے پہلے کا کلام ایجاب  
اور دوسرے کا قبول کہلائے گا، خواہ مرد کا پہلا  
کلام ہو یا عورت کا۔ اب منہج کے قول کہ ”قبول پہلے تصور نہیں  
ہو سکتا الخ“، تو اس پر قبول کرنے کی درخواست  
اقتضاء ایجاب پر مشتمل ہے جیسا کہ کوئی کہے کہ تومیری  
طرف سے ایک ہزار کے بدلے میں اپنا غلام آزاد کرنے  
تو یہ قول ضمناً بیع پر مشتمل ہے (یعنی مجھے فروخت  
اور پھر آزاد کر) اور جیسا کہ کوئی غلام اپنے مالک کی  
اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس پر مالک اس کو  
کہے ”تو رجعی طلاق دے“ تو مالک کا یہ کہنا موقوف  
نکاح کو جائز قرار دینا ہے جیسا کہ رد المحتار میں ہے،  
کیونکہ بھی طلاق نکاح کے بعد ہی ہو سکتی ہے لہذا  
رجعی طلاق کا حکم، نکاح کی اجازت متصور ہوگا، جیسا  
کہ رد المحتار میں ہے۔ یہ مجھے بالکل واضح معلوم  
کے لیے ترجیح اور تصحیح قرار پائے گا جیسا کہ آپ جان چکے ہیں۔ (ت)

بہر کیف یہاں اگر اس نکاح کے منعقد ہوجانے میں شبہہ نہیں مگر از آنجا کہ شخص مذکور فضولی تھا اجازت  
مخطوبہ پر موقوف رہا، اب اگر بعد وقوع نکاح اس کی خبر یا کہ قبل اس کے کہ مخطوبہ سے کوئی قول یا فعل دلیل  
رد و ابطال نکاح صادر ہو قولاً یا فعلاً یا سکوتاً اجازت پائی گئی تو نکاح صحیح و تام و نافذ ہو گیا۔ اجازت قولی یہ  
کہ مثلاً مخطوبہ کہے میں راضی ہوئی مجھے منظور ہے یا اچھا کیا یا الحمد للہ، اور فعلی یہ کہ مثلاً بے جبر و اکراہ شوہر کو خلوت

اشارہ الی ان المقدم من كلام العاقدین  
ایجاب سواء كان المتقدم كلام الزوج  
او كلام الزوجة والمتاخر قبول ح عن  
المنح فلا يتصور تقدیم القبول الخ  
فالامر بالقبول يتضمن الايجاب على  
جهة الاقتضاء كقوله اعتق عبدك عني  
بالفیه يتضمن البیع كذلك وكما ان العبد  
لو تزوج بلا اذن مولاه فقول المولى  
له طلقها مرجعية اجازة للنكاح الموقوف  
كما فی الدر المختار لان الطلاق  
الرجعی لا يكون الا بعد النكاح الصحيح فكان  
الامر به اجازة اقتضاء كما فی رد المحتار  
هذا ما ظهر لي وهو ظاهر جلی وابت  
ابیت فالقول بالایجاب مرجع مصحح  
بقول الفتح هو احسن كما علمت۔

ہوا ہے، اور اگر یہ قابل قبول نہ بھی ہو تو ایجاب والے قول کے بارے میں فتح کا یہ کہنا کہ ”یہ احسن ہے“ اس  
کے لیے ترجیح اور تصحیح قرار پائے گا جیسا کہ آپ جان چکے ہیں۔ (ت)

۲۶۳/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب النکاح	۱ رد المحتار
۲۰۴/۱	مجتبائی دہلی	باب نکاح الرقیق	۲ رد المحتار
۳۷۳/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت	”	۳ رد المحتار

میں اپنے پاس آنے دے یا اس سے مہر یا نفقہ طلب کرے یا اور کوئی فعل کہ دلیل رضا ہو، اور سکوتی یہ کہ خود ولی یا اس کا رسول یا ایک ثقہ پرہیزگار جس کی عدالت معلوم و متحقق ہو یا دوستور الحال جن کا فسق معلوم نہ ہو مخطوبہ کو نکاح کی اطلاع دیں اور وہ شوہر کو پہچانتی ہو اور وہ اس کا کفر بھی ہو یعنی دین یا نسب یا پیشے یا چال چلن وغیرہ میں ایسی کمی نہ رکھتا ہو کہ اس سے نکاح اولیاء مخطوبہ کے لیے عار ہو، اس صورت میں مخطوبہ خبر سن کر خاموش ہو رہے تو یہ سکوت بھی اجازت سمجھا جائے گا وقد فصلنا القول فی کل ذلک فی فتاؤنا (اس تمام بحث کو ہم اپنے فتاویٰ میں بیان کر چکے ہیں۔ ت) بالجملة یہ صورت رائجہ دقت سے خالی نہیں خصوصاً بعد استماع خبر اظہار نفرت واقع ہو جیسا کہ بلاد ہندوستان میں اکثر دختران و دوشیزہ کا معمول ہے جب تو نکاح صاف رد ہو جائے گا کہ پھر مخطوبہ کے جائز کیے بھی جائز نہیں ہو سکتا لہذا اس طریقے کی تبدیل ہی واجب و مناسب ہے یا تو شخص متوسط پہلے مخاطب سے اذن و وکالت حاصل کر کے جائے اور وہاں جو کلام مخطوبہ سے کہتا ہے اُس سے تحقیق عقد مقصود رکھے کہ مخطوبہ سے اُسی قدر گفتگو پر نکاح تام و نافذ ہو جائے، یا مخطوبہ سے یہ الفاظ نہ کہے بلکہ اپنے لیے اذن و وکالت لے کہ تُو نے فلاں بن فلاں ابن فلاں کے ساتھ اتنے مہر پر اپنا نکاح کرنے کے لیے مجھے وکیل کیا، مخطوبہ کہے ہاں، پھر وہاں سے اگر خود یہی شخص مخاطب سے کہے میں نے فلاں بنت فلاں بن فلاں کو اتنے مہر پر تیرے نکاح میں دیا تُو نے قبول کیا، مخاطب کہے ہاں، یا یہی الفاظ رکھنا چاہیں تو اول ہی مخطوبہ سے جو گفتگو کی جاتی ہے اُسے مجلس توکیل و طلب رضا نہ سمجھیں بلکہ اسی کو مجلس عقد سمجھیں اور شخص مذکور وہ الفاظ بقصد تحقیق عقد ہی مخطوبہ سے کہے کہ نکاح وہیں منعقد ہو جائے پھر مخاطب کا قبول اُس کی تنفیذ قرار پائے۔

یہ سب تفصیل کہ مذکور ہوئی اُس صورت میں ہے کہ مخطوبہ جلسہ مخاطب سے اتنی دُور بیٹھی ہو کہ اُس کا کلام یہاں والے نہ سنیں یا وہ قبول کیا کہہ کر اُٹھ جائے اُس کے بعد مخاطب سے گفتگو آئے یا جب مخطوبہ نے قبول کیا کہہ لیا اُس کے بعد مخاطب اُٹھ کھڑا ہوا پھر اس سے کہا گیا کہ ان صورتوں میں مجلس تبدیل ہوگی یا شہود اُن دونوں کا کلام معاً نہ سنیں گے اور اگر وہ اس قدر قریب بیٹھی ہے کہ اہل جلسہ مخاطب نے اُس کا قبول کیا، کہنا سنا اور ابھی مخاطب و مخطوبہ ویسے ہی بیٹھے ہیں کہ مخاطب سے آکر بیان کیا گیا اور اس نے قبول کیا کہہ کہ مجلس واحد میں دونوں کا کہنا حاضرین میں کم از کم دو مردوں یا ایک مرد و دو عورتوں نے معاً سنا اور سمجھا تو نکاح کی صحت و تمامی میں اصلاً کلام نہیں، اب یہ بیچ کا شخص محض لغو و فضول ہوگا اور مخاطب و مخطوبہ ہی کا کلام ایجاب و قبول ہوگا،

وذلك ما قد مناعن الاصلاح والايضاح اس کو ہم پہلے اصلاح، ایضاح، ذخیرہ اور

والذخيرة والهندية من قول قائل للمرأة  
 وادی فقالت داد ثم للزوج پذیرفتی فقال پذیرفت  
 وفي الوقاية وشرحها لصدور الشريعة اذا قيل  
 للمرأة خولتني برني فلاں وادی فقالت داد  
 ثم قيل للزوج پذیرفتی فقال پذیرفت بحذف  
 الميم يصح النكاح كبيع وشراء اي اذا  
 قيل للبائع فروختی فقال فروخت ثم قيل  
 للمشتري خریدی فقال خرید يصح البيع اه  
 اس نے بھی صرف "قبول کی" کہا تو نکاح صحیح ہے جیسا کہ بیع کی صورت میں بائع کو کہا گیا کہ تو نے بیچی، تو اس  
 نے جواب میں "بیچی" کہا ہوا اور میں نے بیچی "نہ کہا، پھر خریدار کے ساتھ بھی یہی سوال و جواب ہوا تو بیع  
 ہو جائے گی (ت)

ہندیہ سے نقل کر چکے ہیں کہ اگر کوئی شخص عورت کو کہے  
 کہ تو نے فلاں کو اپنا نکاح دیا، تو عورت نے دام  
 کی بجائے داد کہا، پھر اس شخص نے مرد کو کہا کہ تو نے  
 قبول کی، تو اس نے "میں نے قبول کی" کے بجائے  
 صرف "قبول کی" کہا تو نکاح صحیح ہوگا۔ وقایہ اور اس  
 کی شرح صدر الشریعہ میں ہے کہ جب عورت کو کہا جائے  
 کہ تو نے فلاں کو بیوی ہونا دیا، تو عورت نے صرف  
 "دیا" کہا اور پھر خاوند کو کہا گیا تو نے قبول کی، تو  
 اس نے بھی صرف "قبول کی" کہا تو نکاح صحیح ہے جیسا کہ بیع کی صورت میں بائع کو کہا گیا کہ تو نے بیچی، تو اس  
 نے جواب میں "بیچی" کہا ہوا اور میں نے بیچی "نہ کہا، پھر خریدار کے ساتھ بھی یہی سوال و جواب ہوا تو بیع  
 ہو جائے گی (ت)

اور عورت کا پردے میں ہونا تنایر مجلس کا مقتضی نہیں، نہ صحت نکاح میں مغل ہو سکے جبکہ مغلوبہ دوستا ہوں کو  
 عیناً یا تسمیۃ معلوم ہو،  
[www.alahazratnetwork.org](http://www.alahazratnetwork.org)

في الهندية عن الذخيرة عن فتاوى  
 ابی الیث، جل قال لقوم اشهدوا انی  
 تزوجت هذه المرأة التي فی هذا البيت  
 فقالت المرأة قبلت فسمع الشهود مقالتها  
 ولم يروا شخصها فان كانت  
 فی البيت وحدها جاز النكاح الخ  
 قلت فاذا انت الحجاب لا یغیر  
 المجلس وانما اشترط كونها

ہندیہ میں ذخیرہ سے اور انھوں نے فتاوی ابی الیث  
 کے حوالے سے ذکر کیا کہ ایک شخص نے لوگوں کو کہا کہ  
 گواہ ہو جاؤ کہ میں نے اس کرہ میں موجود عورت سے  
 نکاح کیا اور عورت نے اندر سے جواب دیا کہ "میں نے  
 قبول کیا" گواہوں نے عورت کی یہ بات سُن لی اور  
 عورت کو دیکھا نہیں، اگر عورت اس کرہ میں اکیلی تھی تو  
 نکاح ہو جائے گا الخ قلت (تو میں کہوں گا) حجاب  
 مجلس کو تبدیل نہیں کرتا، صرف شرط یہ ہے کہ وہاں

۲۷۱/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	کتاب النکاح الباب الثانی	۱۷ فتاوی ہندیہ
۷/۲	مجتبائی دہلی	"	۱۸ شرح وقایہ
۲۶۸/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الاول	۱۹ فتاوی ہندیہ

وحدھا لانہ لم یسمہا و تعریف الغائبة  
عند الاحتمال انما یكون بالتسمیة و فی  
الہندیة ایضاً عن محیط السرخسی ان  
كانت حاضرة متنبئة ولا یعرفها الشہود  
جاز النکاح وهو الصحیح

عورت اکیلی ہو کیونکہ مرد نے اس کا نام ذکر نہیں کیا  
جبکہ شبہ کی صورت میں عورت غائبہ کی پہچان اس کے نام  
سے ہوتی ہے، اور ہندیہ میں محیط سرخسی سے بھی منقول  
ہے کہ اگر وہ نقاب اور طے مجلس میں حاضر ہو اور گواہ  
نام نہ جانتے ہوں تو بھی نکاح جائز ہوگا، یہی صحیح  
ہے۔ (ت)

اسی طرح قبولِ خطاب میں اتنا وقفہ کہ شخص مذکور وہاں سے اٹھ کر یہاں آیا اور قاضی سے وہ گفتگو ہوئی، گواہیاں  
لی گئیں، اس کے بعد خطاب سے کہا گیا تو اس نے قبول کیا کچھ مضر نہیں جبکہ مجلس متبدل نہ ہو کہ قبول فوراً ہونا ضرور  
نہیں فی رد المحتار عن البحراما الفور فلیس من شرطہ (رد المحتار میں بجز سے منقول ہے لیکن فوراً ہونا ضروری  
شرط نہیں اح. ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔